شبیر احمد بٹ

آیت اللہ خمینیؒ بحیثیت عارف، صوفی و شاعر

کبھی وہ زندگی کا لطف ہی پایا نہیں کرتے
خُدا کی یاد سے جو دل کو بہلایا نہیں کرتے

خُدا کا نام لے کر دور کرتے ہیں ہر غم کو
خُدا کے نام لیوا غم سے گھبرایا نہیں کرتے

ابوالبیان حمادؔ

حمد بے حد اور ثنائے بے عد اس پروردگار پر جس نے عالم انسانیت کو امن و امان میں رکھنے کے لئے با صورت و سیرت گاھی گاھی انسان کامل اور کبھی کبھی پیغمبران عظائیم بھیجے اور درود و سلام حضرت سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو عالم کے لئے اور عالمین کے لئے بھی رحمۃ اللعالمین بن کر آئے اور انہی کے مقلدوں نے قوموں کو متحد کرنے میں اور امن و سکون میں رہنے کے لئے رہنمائی کی۔ ان کے مہدی ہونے کے ساتھ ساتھ تاریخ میں بے شمار ایسے لوگ بھی ملتے ہیں جو اپنی ذاتی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے اپنی نفسیات اور طاقت کو بروی کار لا کر ذاتی احساس اور عقاید کو سامنے رکھتے ہوئے دنیا میں جاہ و دولت اور مال و متاع حاصل کرنے کے خاطر امن

وآشتی کے مناظر کو خون آلودہ کرتے ہوئے اور ظالم سے ستودہ مظلوموں کو پست در زنجیر قید و حیات میں جھنجوڑتے آئے ہیں۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ نیکوں کی نیکی اور بدوں کی بدی برروی کاغذ تحریر ہوتی رہی اور اذھان اکابران میں منقش رہنے کے ساتھ ساتھ آئیندہ نسلوں کے لئے راہ ھدایت بن کر نیکی کے لئے پکارتی رہی ہے۔

حضرت آیت اللہ خمینیؒ جدید دور میں انہی راہ نماؤں کے صف میں ایک عظیم مفکر، عالم، فاضل، صوفی، عارف کامل، مدّبر، مفتی، اور مجاہد تھے۔ اگر چہ ان کے القابوں میں انہیں فلسفی بھی کہا گیا لیکن میں اس رائے سے اتفاق نہیں کرتا ہوں کیونکہ فلسفہ محض دائیرہ عقل تک ہی محدود ہے اور آیت اللہ خمینیؒ ایک روحانی درویش بھی تھے۔ آیت اللہ خمینیؒ کو بحثیت صوفی شاعر پیش کرنے سے پہلے میں اُنکی حیات کے بارے میں مختصراً روشنی ڈالنا مناسب سمجھتا ہوں۔

آیت اللہ روح اللہ سیّد الموسوی خمینیؒ ۱۹۰۲ء میں ''خمین'' میں پیدا ہوئے جو ایک سو ساٹھ کلومیٹر ''قم'' اصفہان کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ آپؒ امام موسیٰ الکاظمؒ کے آل میں سے تھے جو اٹھارویں صدی عیسوی کے دوران اپنی آبائی سرزمین سے ہجرت کر کے خراسان کے علاقے نیشاپور میں سکونت پذیر ہوئے۔ نیشاپور سے آپ کے خاندان نے 'لکھنو' ہندوستان کا رُخ کیا تھا اور وہاں آپ کا پیشہ اسلامی تعلیمات کو فروغ دینا اور تشعیت کو پھیلانا تھا۔

حضرت امام خمینیؒ کے دادا سید احمد نے انیسوی صدی عیسوی میں لکھنو سے ہجرت کی تا کہ روضۂ حضرت علیؓ کی زیارت سے مستفید ہو جائیں۔ دوران سفر آپ کی ملاقات خمین کے ایک باعزت شہری یوسف خان سے ہوئی۔ یوسف خان سے

جان و پہچان ہونے کے بعد ان ہی کی دعوت پر آپ نے سرزمین خمین میں زندگی گزارنا اور اسلام کو پھیلانا منظور کیا اور اسکے بعد باضابطہ طور پر وہیں سکونت پذیر ہوئے۔ اسکے بعد سیّد احمد نے یوسف خان کی فرمایش پر انہی کی بیٹی سے نکاح کیا اور آپ کے یہاں دو (۲) بچے ہوئے۔ ان دو بچوں میں سے ایک خانم صاحبا کے نام سے مشہور ہے اور دوسرا آیت اللہ سیّد مصطفٰی ھندی کے نام سے معروف ہوا۔ آیت اللہ سیّد مصطفٰی ھندی بعد میں ایک عظیم مجتہد اور چوٹی کے علماء میں شمار ہونے لگے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اصفہان میں حاصل کی تھی۔ اسکے بعد آپ نے نجف اشرف میں رہ کر مذید تعلیم حاصل کی تھی۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس جوان اور نونہال نے سرکار خانم حاجرہ سے نکاح کیا اور یہی خانم حاجرہ آیت اللہ سیّد الموسوی خمینیؒ کی والدہ محترمہ ہیں۔

حضرت آیت اللہ خمینیؒ کی زندگی ابتدائی دور سے ہی اندوہ زدہ رہی ہے۔ ابھی آپ پانچ ماہ کے ہی تھے کہ آپ کے والد صاحب رضا شاہ کبیر کی شورش میں شہید ہوئے۔ چند سال گزرنے کے بعد آپ کی والدہ محترمہ بھی اس دنیا سے رحلت کر گئیں اور ایک دو سال میں آپکی پھوپھی بھی جو آپ کی پرورش ماں کی جگہ کر رہی تھیں بھی ابدی دنیا میں چلی گئیں۔ اس کے بعد آپکی پرورش اور تعلیم کو برقرار رکھنے میں آپکے بڑے بھائی جن کا نام سیّد مرتضٰی اور بعد میں آپ سیّد پسندیدہ کے نام سے معروف ہوگئے نے آپ کے سر پر ہاتھ رکھا اور آپ کو تعلیم کے نور سے منوّر کیا۔ ڈاکٹر مہدی مراد خلج آیت اللہ خمینیؒ کے ابتدائی حالات کی نکاب کشائی یوں کرتے ہیں؛

''امام خمینیؒ چھ ماہ کی عمر میں والد اور سولہ سال کی عمر میں والدہ کے سائے سے محروم ہوگئے۔ جس کی وجہ سے آپ کو خود اعتمادی اور اپنی ذات کی تلاش کی آزماش سے گزرنا پڑا اور آپ کی شخصیت سازی کے راستے ہموار ہوئے۔ اسلام اور دنیا کی بہت سی تاریخی شخصیات کے مانند آپ کا یہ ماضی آپ کے کندن بننے اور ارد گرد کی دنیا کا بغور جائزہ لینے کے سلسلے میں موثر ثابت ہوا۔ دینی تعلیم کی جانب آپ کا رجحان اور ایک مذہبی گھرانے سے تعلق بھی آپ کی خودسازی اور معاشرے میں آپ کی مقبولیت میں ممد و معاون ثابت ہوا۔[1]''

آیت اللہ خمینیؒ کی تعلیم کا آغاز قرآن المقدس حفظ کرنے سے ہوا ہے۔ عبدالکریم حائری جو سلطان آباد ''اراک'' میں درس دیتے تھے۔ وہیں آپ نے بھی عبدالکریم حائری سے تعلیم حاصل کرنی شروع کی۔ آپ نے اُنکی صحبت میں رہ کر منطق، اصول، فقہ اور عربی زبان کے علاوہ ادبیات میں بھی کمال حاصل کیا۔ عبدالکریم حائری نے اسی دوران اراک سے ہجرت کی اور ''قم'' میں سکونت پذیر ہوئے اور آیت اللہ خمینی نے بھی مناسب سمجھا کہ وہ عبدالکریم حائری سے ہی وابستہ رہیں اور تعلیم حاصل کرتے رہیں۔ انھوں نے بھی پھر عزم ہجرت کیا اور ''قم'' میں داخلہ لیا اور تعلیم حاصل کرنی شروع کی۔ ''قم'' میں مدرسہ 'دارالشفاء' ایک عظیم اور معتبر مدرسہ تھا جو نہ فقط علم کا منبع تھا بلکہ وہاں استادوں کا بھی ایک بڑا گروہ تھا جن سے آپ نے تعلیم حاصل کی۔ ان علماؤں میں سے آیت اللہ عظمی حاج سید محمد تقی خوانساری، آیت اللہ عظمی حائری یزدی، آیت اللہ حاج سید علی ثیری کاشانی، سید ابوالحسن رفیق قزوینی، آقا میرزا علی اکبر حکیمی یزدی، آقا شیخ محمد رضا، محمد شاہی اصفہانی اور میرزا جواد ملکی

تبریزی خاص طور پر آیت اللہ خمینیؒ کی سرپرستی میں معاون ثابت ہوئے اور انہی استادوں کی برکت و شفقت سے آپ نے علوم دین اور تصوف میں کمال حاصل کیا۔ یہاں تک کہ آپ اجتہاد کے درجے تک پہنچ گئے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے تقریباً تیس (۳۰) سال کی عمر میں ایک برگزیدہ عالم اور فقیہ آیت اللہ حاج مرزا محمد تقی تہرانی کی بیٹی خانم خدیجہ سقافی سے نکاح کیا اور ایک روایت کے مطابق انکے یہاں تین بیٹیاں اور دو بیٹے پیدا ہوئے[۲] اور دوسری روایت کے مطابق پانچ بیٹیاں اور تین بیٹے پیدا ہوئے۔ آپ کے بیٹوں میں سے آیت اللہ حاج سید مصطفٰی خمینیؒ کو چالیس سال کی عمر میں نجف اشرف عراق میں زہر دیکر شہید کروا دیا گیا اور دوسرا بیٹا حجت الاسلام سید احمد خمینی پچاس سال کی عمر میں اس دیار فانی سے رحلت کر گئے۔

آیت اللہ خمینیؒ نے تیس سال کی عمر کے بعد سیاست میں قدم رکھا۔

شاہین کی ادا ہوتی ہے بلبل میں نمودار

کس درجہ بدل جاتے ہیں مرغان سحر خیز [۳]

آیت اللہ خمینیؒ ایک مکتب کے پیداوار ہیں۔ اُنکی نظر میں سیاست، اسلام سے علیحدہ نہیں ہے بلکہ وہ سیاست ہی نہیں ہے جس میں مذہب اور دین کا فقدان ہو۔ بقول ڈاکٹر اسرار احمد وہ نظام باطل پر مبنی ہے جہاں اللہ کی شریعت نافذ العمل نہ ہو۔ آیت اللہ خمینیؒ خود اپنے وصیت نامہ سیاسی میں یوں رقمطراز ہیں:۔

''قرآن کریم اور رسول خداؐ کی سنت میں جتنے احکام سیاست و حکومت کے سلسلے میں پائے جاتے ہیں اتنے احکام کسی اور موضوع سے متعلق ذکر نہیں ہوئے ہیں۔ بلکہ

اسلام کے بہت سے عبادی احکام بھی عبادی وسیاسی ہیں جن کی طرف غفلت نے ان مصیبتوں (تمدنی برائیاں) کو جنم دیا ہے۔ خود پیغمبر اسلامؐ نے دنیا کی تمام حکومتوں کی طرح حکومت تشکیل دی ہے۔ لیکن آپؐ کا مقصد سماجی انصاف قائم کرنا تھا اور اسلامی دور کے ابتدائی خلفاء بھی وسیع حکومتوں کے مالک تھے۔ حضرت علی ابن ابوطالب علیہ السلام کی حکومت بھی اسی مقصد کے تحت ذرا وسیع تر اور گسترده پیمانے پر تاریخی حقایق میں سے ہے" ۵

واضح رہے کہ دنیا کے اکثر ممالک سیاست کو دین اور مذہب سے الگ تصور کرتے ہیں اور اسی تمدن کو مدنظر رکھ کر آیت اللہ خمینیؒ، پہلوی نظامِ حکومت کو کثیف تصور کرتے تھے۔ اسلئے وہ ایک ایسی سلطنت چاہتے تھے جو سلطنت اِلٰہی اور جمہوری اِلٰہی ہو۔ جہاں اللہ کے احکام نافذ العمل ہوں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ایرانی سیاسی نظام ایسے چار لوگوں کے ہاتھوں میں ہو جو فقہ اور دین اسلام میں مہارت رکھتے ہوں اور اسلامی تعلیمات میں فاضل ہوں۔ ۱۹۳۰ء کے بعد جب وہ دارالشفاء میں بحیثیت استاد اپنے فرائض انجام دے رہے تھے۔ تو اپنے استاد آیت اللہ حائری کی نصیحت پر عمل پیرا رہے اور سماجی اور حکومتی برائیوں کے پھیلنے پر وہ ساکت بیٹھے رہے۔ آیت اللہ حائری کے وفات کے بعد ان کا کردار سیاسی، سماجی اور اسلامیات میں موجدانہ رہا۔ محمد مہدی مراد خلج آیت اللہ حائری کے وفات کے بعد کے حالات کی نقاب کشائی یوں کرتے ہیں:۔

"شیخ عبدالکریم حائری کے وفات کے بعد سے انجمن ہائے ایالتی ولایتی کی قرارداد کے خلاف اُٹھنے والی تحریک ۱۳۵۵-۱۳۸۲ یعنی مقام اجتہاد پر فائز ہونے کے

تقریباً چھبیس سال بعد تک امام خمینیؒ نے اس حقیقت کا ادراک رکھتے ہوئے کہ اسلام کو تنہائی سے نکالنے کیلئے سب سے پہلے قم کے نئے حوزہ کا مستحکم کیا جانا ضروری ہے اور اسکی ترقی سے مانع سیاسی تحریکوں کی روک تھام کی جانی چاہیے اور دوسرے نمبر پر دین کی بنیاد پر استوار ہر تحریک کے لئے فطری طور پر ضروری تعداد میں دینی دانشور تیار ہونے چاہئے۔ اسلئے آپ نے حوزہ علمیہ کی تعلیمی روایت پر عمل کرتے ہوئے اصول، فقہ اور فلسفے کے درس وتدریس کی حمایت کی اور اسکے ساتھ ساتھ آپ حوزہ علمیہ قم میں اخلاق کے واحد استاد کے طور پر پہنچانے گئے۔"

آیت اللہ خمینیؒ نے ۱۹۴۰ء میں اپنی تصنیف "کشف اسرار" میں پہلی بار آزادی کی بات چھیڑی یعنی ہم کہہ سکتے ہیں کہ چالیس سال بعد جن الفاظوں نے حقیقی صورت اختیار کی اس انقلاب کی داغ بیل آیت اللہ خمینیؒ نے چالیس سال پہلے ڈالی تھی۔ اس سے پہلے آیت اللہ بروجردی کے وفات کے بعد آپ نے جو تصنیف منظر عام پر لائی اور جس کو اہل تشعیوں نے قبول کیا اور مرجع تقلید بن گئی یعنی "توضیح المسائل" سے بھی آپ کی شہرت ہوئی اور آپ کے ہر قول پر ایرانی لوگ عمل پیرا ہوتے رہے۔ آزادی کی بات واضع ہوتے ہی ایران کے لوگوں میں ایک [illegible] جذبے کی لہر پیدا ہوئی۔ سماجی اتحاد کے ساتھ ساتھ ایک بغاوتی رُخ کو دیکھ کر حکمران جماعتوں نے اپنے لئے یہ ایک بڑا خطرہ تصور کیا۔ حکومت کے خلاف عوام کا غم وغصہ دن بہ دن بڑھتا گیا۔ ۱۹۶۳ء میں قم میں لوگوں نے حکومت کے خلاف مظاہرے کئے جس کے نتیجے میں کئی لوگوں کو شہید کر دیا گیا اور ان جان نثاروں کے رہبر یعنی آیت اللہ خمینیؒ کو بھی گرفتار کیا گیا اور تہران میں قید کر دیا گیا۔ ایک عظیم اور برجستہ عالم کو گرفتار کرنا جن کا ہر قول عوام

کے لئے اعلیٰ پایہ کا فرمان تھا نے مظاہروں اور جلوسوں میں شدّت پیدا کی اور پورے
ایران میں آزادی کی روح تازہ کردی۔ اسکے بعد جب آیت اللہ خمینیؒ کو رہا کیا گیا تو
سیاسی ماحول میں نیا رنگ پیدا ہوا۔ پروفیسور نیاز مند صاحب یوں رطب السان ہیں:۔

''امام بعد از این کہ از زندان آزاد شدند مستقیماً بہ شہر قم مراجعت کردند و فعالیت ھای خود را ادامہ دادند۔ مسجد اعظم و مدرسہ فیضیہ در آن ھنگام علاوہ براینکہ حوضہ ھای علمی بودند، بعنوان مراکز مہم سیاسی شہرت خاص بدست آوردہ بودند زیرا امام خمینیؒ از انجا حملات شدید خود علیہ شاہ ادامہ دادند۔ ملت ایران را برای رہای از ظلم و جبر رژیم پہلوی بسیج می کردند۔''[۲]

۴ نومبر ۱۹۶۳ء کو ایک بار پھر آیت اللہ خمینیؒ کو گرفتار کیا گیا اور ترکی بھیج دیا۔ اسکے بعد انہوں نے حکومت مخالف اپنی سرگرمی جاری رکھی اور انکے ماتم پر نہ فقط ایران میں بلکہ عراق میں بھی سوگ منایا گیا اور یہی پھر وجہ بنی کہ پہلوی حکومت کی بنیاد بوسیدہ ہوگئی اور اس شہادت نے انقلابِ اسلامی کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں سیلاب کا کام کیا۔ ہزاروں کی تعداد میں انسانی جانیں تلف ہوئیں اور محرم کے ایّام کے دوران اس تحرک نے پورے ایران کو اپنے لپیٹ میں لے لیا۔ انسانی خون پانی کی طرح بہایا گیا۔ جس کے پاداش میں امام خمینیؒ کو عراق حکومت نے اکتوبر ۱۹۷۸ء میں نجف سے کویت جانے پر مجبور کیا۔ کویت کی حکومت نے امام خمینیؒ کو اپنے ملک میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جسکے نتیجے میں وہ واپس عراق آئے اور دو دن بعد پیرس (فرانس) چلے گئے۔ اسی سال میدان شہداء میں پہلوی حکومت کے خادموں نے بزرگوں، بچوں، جوانوں اور عورتوں کا قتل عام کیا جس کے نتیجے میں دانشگاہ تہران کے طلباء نے

بھی مظاہرے اور جلوس نکالے اور پاداش میں ۴۵ طلباء کو وہیں پر موت کی گھاٹ اتار دیا گیا جس کے نتیجے میں لاکھوں کروڑوں لوگوں نے مظاہروں اور جلوسوں میں شرکت کی۔ بے شمار انسانی جانوں کو تلف کرنے کے بعد رضا شاہ نے شاہ پور بختیار کو وزیر اعظم کی کرسی سونپ کر خود مصر میں پناہ گزین ہوا اور اوّل فروری ۱۹۷۹ء میں آیت اللہ خمینیؒ نے ایران واپس تشریف لایا اور شاہ پور بختیار کو قید کروا کے اسلامی جمہوریت کی بنیاد رکھی۔ جب واپس آئے تو کروڑوں کی تعداد میں لوگ اُن کے استقبال کے لئے سڑکوں پر نکل آئے۔

اسلامی حکومت کی بنیاد رکھنے کے بعد آیت اللہ خمینیؒ کسی سیاسی عہدے پر خود فایض نہ ہوئے بلکہ ایک عظیم اور مقدس قوم کی رہبری کرتے رہے۔ پروفیسور نیاز مند صاحب اس بات کا اعتراف یوں کرتے ہیں:۔

''بعد از پیروزی انقلاب، حضرت امام خمینیؒ برای خود ہیچ مقام رسمی در دولت قبول نکردند بلکہ مثل مہاتما گاندھی زندگانی خود را با سادگی و اما باتقوی بسر بردند۔ چنان بنظرمی رسد کہ حضرت امام از زندگانی وفلسفہ گاندھی بہرہ ئی بردہ بودند۔ ہمین سبب است کہ درسوگ این عارفِ نامدار شاعر بزرگ چشمان مردم اشکبار بودند''۸؎

یعنی امام خمینیؒ نے جب انقلاب میں کامیابی حاصل کی تو انہوں نے اپنے لئے کوئی خاص مقام نہیں چُنا جس مقام پر بیٹھ کر دنیاوی سیاست چلائیں اور سیاسی لیڈر بن جائیں۔ بلکہ انھوں نے اپنے لئے وہی سادگی اور زہد وتقوای کی زندگی گزارنا مناسب سمجھا اور لوگ انکے وفات پر ماتم منانے لگے اور شعراء قلم سے اشک بار ہوئے۔ اِنّا لِلّٰہِ واِنّا اِلیہِ راجعون۔

حضرت امامؒ بحیثیت صوفی شاعر

حضرت آیت اللہ خمینیؒ مکتب سے پیداوار تھے۔ اسکے علاوہ برگزیدہ نسل کے چشم و چراغ تھے۔ مکتب میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد جو پڑھا اسکا رنگ اپنی زندگی پر چڑھایا۔ اسکے بعد عاجزی اور انکساری کا عالم اپنے قول و فعل میں سمو دیا تھا۔ بات اسلامی نقط نگاہ سے کرتے تھے اور خود کو بھی اللہ کے سپرد کر رکھا تھا اور راضی بہ رضای الٰہی تھے۔ دیندار، متقی اور پاک باز تھے۔ معرفت نفس کے صفات سے متصف ہو چکے تھے۔ اپنی خودشناسی کے موتی کی جس آبرومندانہ وضع سے انھوں نے حفاظت کی ہے وہ واقعی قابلِ ستایش ہے۔ ان صفات کی بنیاد پر یعنی دنیوی خواہشات سے بے نیاز ہونے اور اس بے بنیاد دنیا کی جاہ و حشمت کو حاصل کرنے کی طمع سے بالاتر رہنے کی وجہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ خودشناسی، معرفت نفس اور ایک استوار سیرت کے خصوصیات کے مالک تھے۔ آپ کے سامنے انسان کے خلق ہونے کا مقصد بس یہی ہے کہ آدمی کو جیسے بھی ہو سکے اپنے نفس اور خودشناسی کی حفاظت کرے۔ ان صفتوں کی حفاظت کو آپ انسانی فرض سمجھتے تھے۔ بقولِ ڈاکٹر محمد سید تسلیمی:۔

''حضرت امام خمینیؒ اسلامی امت کے لیڈر اور حکمران اور سلوک کی راہوں کے بلند مرتبہ حکیم کے طور پر مادری اور جسمانی لذّتوں کو پست شمار کرتے ہوئے ہمیشہ بلند فکر اور عمیق و دقیق ادراکات کے طالب تھے۔ آپ اپنے اندر عدالت کی برقراری کی طاقت پیدا کر چکے تھے آپ کے سیر و سلوک سے یہ واضح تھا کہ آپ عمل و کردار میں ہر طرح کے نادرشت سبب کے رونما ہونے کی روک تھام کرنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔''۹

آیت اللہ خمینیؒ نے اسلامی اور سیاسی نوعیت کے کئی تصانیف مورد وجود میں لائیں۔ وہ بحیثیت استاد فلسفہ اسلامی، فقہ اور اصول کی تعلیم دیتے آئے تھے۔ اسلئے اُن کی تصانیف میں ہمیں عرفانی رنگ دکھائی دیتا ہے۔ آپ نے اپنے عرفان، اصول، اخلاق اور فقہ و فلسفہ کے نقطہ نظر سے کتابیں تالیف کی ہیں۔ آپ نے ''کشف اسرار'' اور ''توضیح المسائل'' کے علاوہ مصباح الہدایۃ الی الخلافۃ، شرح دُعا سحر، سرِ الصلواۃ، آداب نماز، چہل حدیث، جہاد اکبر وغیرہ کتابیں تالیف کی ہیں۔ اِن میں سے چند عربی زبان میں بھی ہیں اور بیشتر فارسی میں ہیں۔ اسکے علاوہ ان کی روح کی آواز تقریروں اور اشعار کے ذریعے لوگوں کے سامنے آچکی ہے۔ آپ کی تحریروں میں جو سیاسی اور اسلامی رنگت جھلکتی ہے۔ اس کی نکاب کشائی ڈاکٹر مہدی مرادی خلج یوں کرتے ہیں:۔

''امام خمینیؒ کی شائع شدہ کتابوں اور اُن کی تاریخی اشاعت کا جائزہ لینے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اخلاقی اور عرفانی کتابوں کو اولیت حاصل ہے۔ آپکی سب سے پہلی کتاب ''مصباح الہدایۃ'' شائع ہوئی جو عرفانی مسائل سے متعلق ہے اور یہ کتاب اس وقت شائع ہوئی جب آپکی عمر ستائیس سال تھی۔ پھر دو سال بعد ''شرح دُعا سحر'' پھر ''اربعین حدیث'' کہ جس کے زیادہ تر احادیث (۳۲) اخلاق کے بارے میں ہیں شائع ہوئی۔ یہ تمام کتابیں آپکی اولین تحریریں سیاسی اعلامئے سے پہلے شائع ہوئیں۔۔۔۔۔۔ مذکورہ کتابوں کے بعد آپ نے کتاب ''کشف الاسرار'' تحریر کی جو سیاسی رنگ لی ہوئی ہے۔ امامؒ کی کتب کی اشاعت اور تاریخی ترتیب اس حقیقت کی نشاندھی کرتی ہے کہ آپ دین اسلام اور اخلاق پر مبنی سیاسی تحریک کے قائل تھے اور اسی

بنیاد پر آپ نے اپنے شاگردوں کی تعلیم وتربیت کی۔''

امام خمینی کثیر الجہات شخصیت ہونے کے علاوہ کثیر التصانیف مولف بھی ہیں اور ایک عظیم شاعر بھی ہیں۔ اس سے پہلے کہ میں امام خمینی کو بحیثیت شاعر اور صوفی پیش کروں یہ واضع کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ صوفی کی تعریف کیا ہے اور صوفی کس سے کہا جا سکتا ہے۔ امام ابو علی ہجویری نے اپنی تصنیف کشف المحجوب میں صوفی کی تعرف کی ہیں اور انکی عبارت میں سے ایک حدیث تصوف کی جڑوں کو مضبوط کرتا ہے۔ "من سمع الصوت اہل تصوف فلا یومنو علیٰ دعائھم کتب عند اللہِ من الغافلین" یعنی جو کوئی اہل تصوف کی آواز کو سنے اور اُنکی دعا پر آمین نہ کہے اللہ کے نزدیک وہ غافلوں میں شمار ہو جاتا ہے اور بعد میں لفظ تصوف کی شرح بھی کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صوفی وہ ہے جو دل، زبان اور احوال سے صاف و پاک ہو۔ عبدالقادر جیلانی اپنی تصنیف غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں کہ تصوّف سے مراد یہ ہے کہ صوفی بننے کے لئے رنج ومشقت اُٹھائے۔ اپنی کوشش سے یہ رتبہ حاصل کرے۔ صوفی پاک شخص کو کہتے ہیں اور پاک وہ ہے جو اپنے دل کو نفس کی آفتوں کی مذموم کاموں سے پاک رکھے۔ نیک کام کرے اور اللہ کے حقوق ادا کرے۔ عام لوگوں کی محبت میں اس کا دل بے چین رہے۔ گوشہ نشینی اختیار کرے اور اللہ کی بارگاہ میں حاضر رہے۔ اللہ کے حضور میں اسے سکون حاصل ہو۔ قطب الدین عبادی اپنی تصنیف میں ''تصفیہ فی احوال المتصوفہ'' میں لکھتے ہیں کہ اللہ کے نیک بندوں کے صفات دنیا میں یہ ہیں کہ وہ دنیا کے درجات سے احتراز کرتے ہیں۔ اسکے علاوہ ایک حدیث بھی نقل کی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے معاز بن جبل کو وصیّت فرمائی کہ دنیا کی لذتوں اور

دنیا کی نعمتوں سے دور رہ۔

ان اقوال کو مد نظر رکھتے ہوئے اور امام خمینیؒ کے احوال زندگی کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایک عظیم اور برگزیدہ صوفی تھے۔ انکے قول اور فعل سے صوفی ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ اور انکے شاعرانہ کلام سے اس بات کی نکاب کشائی ہوتی ہے۔

آیت اللہ خمینیؒ کا جو دیوان منظر عام پر آچکا ہے۔ اسکا کئی زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے اور ابن علی واعظ نے ارذو میں اسکا منظوم ترجمہ بھی کیا ہے جو اشاعت کے مرحلے سے گزر چکا ہے۔ امامؒ کے دیوان میں ایک سو انچاس غزلیں ہیں ۔ اسکے علاوہ ایک سو پندرہ رباعیات ہیں اور تین قصاید ہیں جن میں سے پہلا قصیدہ حضرت فاطمہ الزہرا فاطمہ معصومہ علیہم السلام کی مدح میں ہے۔ دوسرا اور تیسرا قصیدہ امام مہدیؑ کی مدح میں ہے۔ اسکے علاوہ مسمط بھی لکھے ہیں ۔ جس میں اپنے استاد آیت اللہ حاج شیخ عبدالکریم حائری کی مدح لکھی ہے۔ اسکے علاوہ ایک ترجیع بند بھی لکھا ہوا ہے۔ امام خمینیؒ نے اپنے عہد جوانی میں کثیر تعداد میں غزلیں کہی تھیں اور انکو خود ہی جمع کیا تھا۔ ان میں سے کچھ تو انکی اہلیہ کے دست مبارک سے لکھی ہوئی تھیں اور کچھ انہوں نے خود اپنے دست مبارک سے تحریر فرمائے ۔ لیکن نقل مکانی کی وجہ سے کچھ مفقود ہو گئیں اور پھر جو امام کے دوستوں کے ہاتھ آئیں وہ قیمتی امانت کی طرح محفوظ رہ گئے اور آثار کے بطور شائع ہوئیں۔

حضرت امام خمینیؒ کی شاعری کا جہاں تک تعلق ہے۔ نہوں نے اپنے اشعار میں اکثر و بیشتر صوفیانہ اصلاحات استعمال کئے ہیں ۔ شراب، بتخانہ، جام، مطرب،

میخانہ، صوفی، عارف، خرابات وغیرہ الفاظوں کا استعمال کافی حد تک کیا گیا ہے۔
ابتدائی غزل کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔

باد نوروز وزیدہ است بہ کوہ وصحرا
جامۂ عید بپوشند چہ شاہ و چہ گدا

بلبل باغ جنان رانبود راہ بہ دوست
نازم آن مطرب مجلس کہ بود قبلہ نما

صوفی و عارف ازین بادیہ دور افتادند
جام می گیرز مطرب کہ روی سوی صفا

ہمہ در عید بہ صحراو گلستان بروند
من سرمست زمیخانہ کنم رو بہ خدا

عید نوروز مبارک بہ غنی و درویش
یار دلدار ز بتخانہ دری را بگشا

گرمرارہ بہ در پیر خرابات دہی
بہ سرو جان بہ سویش راہ نوردم نہ بہ پا

سالہا در صف ارباب عمائم بودم
تابدلدار رسیدم، نہ کنم باز خطا ۱۰

جہاں تک آیت اللہ خمینیؒ کی شاعری میں لفظ 'شراب' کا تعلق ہے۔ وہ اللہ کی ذکر کو اپنے لئے شراب تصوّر کرتے ہیں۔ وہ وضو کرتے وقت ذکر کرتے تھے۔ سحر کھاتے وقت ذکر کرتے تھے اور افطار کے وقت ذکر کرتے تھے اور ذکر کے لئے بہترین لفظ شراب کا استعمال کیا ہے۔

ماہ رمضان شدمی و میخانہ برافتاد
عشق و طرب و بادہ بوقت سحر افتاد

افطار بمی کرد بہ برم پیر خرابات
فتم کہ تو را روزہ بہ برگ وثمر افتاد

با بادہ وضو گیر کہ در مذہب رندان
در حضرت حق این عملت بارور افتاد ۱۱

آیت اللہ خمینیؒ نے اگر چہ روایتی انداز کو ترک کیا تھا تاہم ان کی شاعری سے اسلاف کا رنگ نظر آتا ہے بالخصوص حافظ شیرازی کے اخیالات انکی شاعری سے جھلکتے ہیں۔۔حافظ کی طرح ہر غزل کے آخر پر تخلص اختیار نہیں کرتے تھے اور اپنے ہر غزل کو پہلے عنوان دیتے ہیں پھر اسی پر کار کی غزل کہتے ہیں لیکن روح روایتی نظر آتی ہے۔

آیت اللہ خمینیؒ نے 'ہندی' تخلص اختیار کیا تھا۔جس کا ثبوت ان اشعار سے ملتا ہے۔

راز عشق تو نگوید "ہندی" | چکنم من کہ ز رنگش پیدا است [12]

مخوان حدیث شب وصل خویش را "ہندی" | کہ بیمناک ز چشم بدحسودانم [13]

نہال عشقت اندر قلب "ہندی" | بغیر از آہ و حسرت بارور نیست [14]

حضرت آیت اللہ خمینیؒ کے اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ وہ فلسفہ کو پسند نہیں کرتے تھے۔وہ فلسفہ کو خام سمجھ کر انسان کو فلسفہ سے کنارہ کشی کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

این فلسفہ را کہ علی اعلیٰ خوانی
برتر ز علوم دیگرش می دانی
خاری زرہ سالک عاشق نگرفت
ہر چند کہ بعرش عظیمش بنشانی [15]
شکنیم آینۂ فلسفہ و عرفان
از خمخانہ این قافلہ ... سویم

آیت اللہ خمینیؒ کے اشعار کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے اپنی شاعری میں راز حیات، اسرار کائنات، ذہن اور دل کی کشمکش، قوت عمل اور عشق حقیقی کو بطور خاص برتا ہے۔خمینیؒ کے اشعار میں نہ صرف اسلامی تعلیم کا زور رہا ہے بلکہ یہ ایک عظیم صوفی کی ضمیر کا ترجمان بھی ہے۔

آیت اللہ خمینیؒ کا محبوب آسمانی ہے مگر شاعری میں مجازی رنگ کے ساتھ انہیں بیان کرتے ہیں۔

ہم بستر یارو ز ہجرش بعزابیم — در وصل غریقیم و بہ ہجران ندامیم [16]
درلقای رُخش ای پیر مرا یاری کن — دستگیری کن، پیری کن و غمخواری کن
من بخال لبت ای دوست گرفتار شدم — چشم بیمار تو دیدم و بیمار شدم

آیت اللہ خمینیؒ کا محبوب یگانہ ہے۔ ہر جگہ اور ہر چیز میں سرایت کر چکا ہے مگر عام انسان کی آنکھ اُسے دیکھنے سے قاصر ہے۔ اسکو دیکھنے کے لئے ایک شراب خور انسان کی ضرورت ہے جو ہوشیار نہ ہو بلکہ شراب پی کر مست ہو۔ شرابی کے محبوب کا کوئی نام ونشان نہیں ہے۔ اِسے عام لوگ کہیں نہیں پاسکتے ہیں۔ آیت اللہ خمینیؒ اپنے محبوب کو ہر جگہ دیکھتے ہیں۔ اپنے محبوب سے ملنے کی تڑپ رکھتے ہیں۔ دنیاوی چیزوں میں غافل نہیں رہنا چاہتے ہیں اور ہجر ووصال کی صدائیں دیتے ہیں۔ ان کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حبیب اللہ نوشہریؒ اور عبدالقادر جیلانیؒ کی سی تڑپ اور سوز و گداز رکھتے ہیں۔ امامؒ کے اشعار سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ [illegible] ہیں۔ اپنے محبوب کے راستے میں آنے والی ہر دیوار کو گرانا چاہتے [illegible] اس راستے میں اللہ کی طرف سے جنت بھی آئے گی تو انہیں جنت میں جانا پسند نہ ہوگا۔ وہاں وہ چین حاصل نہیں کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر انہیں اپنی زندگی میں اپنے محبوب کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے جنت کا خیال آئے گا تو وہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ حقیقی راستے سے بہک گئے۔ اسلئے فریاد کرتے ہیں کہ اے میرے اللہ مجھے جنت، جنت کی

حوروں اور دیگر نعمتوں کی خبر تک نہ دے کیونکہ میں فقط اپنے محبوب کا چہرا دیکھنا چاہتا ہوں۔ان خیالات کومندرجہ ذیل کے اشعار سے اخذ کیا جا سکتا ہے۔

مدہ از جنت واز حور وقصور م خبری
جز رُخ دوست نظر سوی کس نیست مرا

ہر کجا پا نہی حُسن وی انجا پیداست
ہر کجا سر بنہی سجدہ گاہ آن زیباست

حلقہ زلف تو زنجیر دل غمگین است
از دلم جز رخ تو حلقہ گشائی نبود

گر تو در حلقہ رندان نظر نہ نمائی
بہ نگاہیت کہ در آن حلقہ نگاہی نبود

سری کہ نہفتہ است در ساغرمی
با اھل خرد جرات گفتار نبود

رخ نما ای بُت ہرجائی بی نام ونشان
تا زیلی دل خود ہمسر رخسارہ کنم

امامؒ

تو جنت را بہ نیکان دہ ومن بدرا بہ دوزخ بر
کہ بس باشد مرا انجا تمنای وصال تو

جیلانیؒ

ای کہ بہشت برین بی تو عزابم عذاب
آتش دوزخ ہمہ با تو گلابم گلاب

نوشہریؒ

راز بہشی ومستی وخراباتی عشق
نتوان گفت کہ از راہبران [illegible]

[illegible]

آیت اللہ خمینیؒ کے اشعار کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انکی شاعری سے حافظ شیرازی کی بو آتی ہے۔ حافظ نے بھی اپنے اشعار میں می، میخانہ، شب وروز، ساقی و پیانہ، پیرمغان، جام و مینا وغیرہ جیسے الفاظ کو استعمال کر کے عارفانہ نکات و اسرار وغوامض عشق بیان کئے ہیں۔ آیت اللہ خمینیؒ نے بھی ایسے ہی الفاظوں کی مدد

ہے انسان کو اپنے اندرونی جوہر کو پہنچاننے کی ترغیب دی ہے کیونکہ انسان خود کو پہنچان کر ہی اپنے خالق کو پہنچان سکتا ہے اور علامہ اقبالؒ نے اسی فلسفے کو خودی کا نام دے کر خودشناسی کا فلسفہ دہرایا ہے۔

تو ہے محیط بیکراں میں چھوٹی سی اک آب جو
یا مجھے ہم کنار کر یا اس مجھے بے کنار کر

علامہ اقبالؒ

آیت اللہ خمینیؒ بھی حافظ شیرازی کا سبک اختیار کر کے اپنے محبوب کے ہونٹوں کو دریا سمجھ کر خود مکھی بن کر وحدانیت کا نظارہ کرتے ہیں۔

لب من برلب چون لعل تو ای مایہ ناز
مگسی سوختہ بنشستہ بہ قند است امشب

امامؒ

آیت اللہ خمینیؒ کا عقیدہ ہے کہ انسان نسیان کا پلندہ ہے۔ اسلئے وحدانیت کا تصّور اسے بعید ہے۔ انسان جب تک کہ اپنے اندر چھپی ہوئی رازوں کو نہ پہچان سکتا وہ خالق کو نہیں پہچان سکتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ آیت اللہ خمینیؒ کے اشعار سے یہ بات بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ نا اُمید نہیں ہیں۔ وہ منتظر ہیں اور اپنے اصل سے وصل حاصل کرنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ ان خیالات کو بذیل اشعار سے اخذ کیا جا سکتا ہے۔

عیب از ماست اگر دوست زما مستور است
دیدہ بگشای کہ ہستی ہمہ عالم طور است
لاف کم زن کہ نبیند رُخ خورشید جہاں
چشم خفاش کہ از دیدن نوری کور ست
غم مخور ایّام ہجران رو بہ پایان می رود
این خاری از سر مامی گساران می رود
صف بیارائید رندان رہرو دل آمدہ
جان برای دیدنش منزل بہ منزل آمدہ

امامؒ

آیت اللہ خمینیؒ کے اشعار سے احادیث اور قرآنی آیات کا رنگ جھلکتا ہے، حضرت خلیل الرحمٰن کے آگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

با عشق رخت را ناری نیست
جویای تو با فرشتہ اش کاری نیست

مترجم دیوان امامؒ نے ''پرتو حسن'' کے عنوان سے اس قرآنی حقایق کا یوں ترجمہ کیا ہے۔

تھی بدی شیطان کے دل میں مگر احسان کیا
لے گیا جنت سے باہر، بستہ جانان کیا

دور رہ کر خلد سے بے قدر ہو جاتا مگر
عشق کے ملک و ملک سے دفعہ پران کیا
جام ساقی نے تو چاہا تھا اڑا دے میرے ہوش
ملک سے نکلا تو بے ہوشی نے جان جان کیا
روح کو بے جان کیا پرتو نے تیرے حسن کے
عشق نے آکر مرے ہر درد کو درمان کیا
تیرے غمزہ نے دل عاشق میں بھڑکا دی وہ آگ
قلب موسٰی کی طرح میرا بھی دل سوزان کیا
ابن سینا! طور سینا میں نے پائی اس نے راہ
جس کو اس برہان حیران ساز نے حیران کیا[17]

آیت اللہ خمینیؒ کے اشعار سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ خدا کو نا ہی انسان مسجد میں بیٹھ کر دیکھ سکتا ہے نا ہی مندر میں۔ اُسکو ڈھونڈھنے کے لئے انسان کو خود سے ہی گزرنا پڑھتا ہے اور اپنے آپ کو پہنچاننے سے ہی انسان خالق کو پہنچان سکتا ہے۔ اس راستے میں جس درد و غم اور جھلن سے انسان کو گزرنا پڑھتا ہے وہ کوئی اور نہیں دیکھ سکتا ہے اور نا ہی اس کا کہیں سے دھنواں نکلتا ہے۔ انسان جب اپنے محبوب کی تلاش میں نکلے گا تو اسے ہر نعمت سے کنارہ کشی کرنی ہے۔ غم اور خوشی کا سہارا چھوڑنا ہے۔

در حلقہ درویش ندیدم صفائی — [illegible] معہ از او نشنیدم ندائی
در مدرسہ از دوست نہ خواندم کتابی — در [illegible] نہ از یار ندیدم صدائی

در جمع کتب ہیچ حجابی ندر یدم　　　در درس صحف راہ نبر دیم بجائی

۱۸

در محفل دوست نیست جز دود ودی　　　در حلقہ صوفیان نہ لا نہ نعیمی
اگر شادی وغمی می طلبی بیرون شو　　　انجا نتوان یافت نہ شادیوغمی

۱۹

آیت اللہ خمینیؒ کی شاعری کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بھی واضع ہو جاتی ہے کہ انہوں نے سعدیؔ کو اپنا استاد تسلیم کیا ہے اور حافظ شیرازی کی تقلید کی ہے۔

شاعر اگر سعدی شیرازی است
بافتہ ھای من و تو بازی است

۲۰

چونکہ ہم جانتے ہیں کہ حافظ شیرازی کا دیوان اس شعر سے شروع ہوتا ہے۔

الا یا ایھا الساقی ادر کاسا وناولھا　　　عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلھا

حافظ

آیت اللہ خمینیؒ کی دو غزلیں اسی طرح شروع ہوتی ہیں جن کو یہاں بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں تا کہ یہ تصدیق ہو جائے کہ امام خمینیؒ نے حافظ شیرازی کی تقلید کی ہے۔ دیوان امام کی دوسری غزل ملاحظہ ہو۔

الا یا ایھا الساقی زمی پر ساز جامم را　　　کہ از جانم فرو ریزد ہوای ننگ ونامم را
از آن می ریز در جامم کہ جانم را فنا سازد　　　بیرون سازد ز ہستی ہستہ۲۱ نیرنگ۲۲ ودامم را

ازآن می ده که جانم راز قید خود رہا ساز — نجود گیرد ز ماہم را فرو ریزد مقامم را
ازآن می ده که در خلوت گہ رندان بی حرمت — بہم کوبد تجو دم را بہم ریزد قیامم را
نبودی در حریم قدس گلرویاں میخانہ — کہ از ہر دو ی نی آیم گلی گیرد لجامم را
روم در جرگہ پیران از خود بی خبر شاید — بیرون سازند از جانم بہ می افکار خامم را
تو ای پیک سبک باران دریای عدم از من — بدریادار آن وادی رسان مدح وسلامم را
بساغر ختم کردم این عدم اندر عدم نامہ — بہ پیر صومعہ برگو ببین حسن ختامم را

اسکے علاوہ ایک اور غزل بھی انہی عربی الفاظ کے ساتھ شروع ہوتی ہے جس کا مطلع یوں ہے۔

الا یا ایہا الساقی بیرون بر حسرت دلہا
کہ حاجت دل نماید یکسر اسرار مشکلہا
امامؒ

اسکے علاوہ آیت اللہ خمینیؒ کے اشعار سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ اپنے محسوسات اور حالات کو خُدا کے حضور میں عاجزانہ انداز میں پیش کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ وہ واعظانہ انداز بھی رکھتے ہیں تا کہ آئندہ نسلوں کے لئے سبق آموز اشعار رکھیں اور لوگ ان ہی سے فایدہ اُٹھائیں۔

حاصل عمر صرف شد در طلب و وصال تو — با ہمہ سعی اگر بخود رہ ندہی چہ حاصلم
عیب خود گویم بہ عمرم من نہ کردم بندگی — این عباد تہا بود سرمایہ شرمندگی

آیت اللہ خمینیؒ کی شاعری کے سے بہت سارے پردے ہٹانا ابھی باقی ہیں۔ جن کو میں یہاں نظر انداز کرتا ہوں۔ البتہ یہاں ایک غزل قارین کے سامنے رکھتا ہوں جو غزل ابن علی واعظ نے پڑھی اور اسکے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اس غزل کو اردو جامعہ پہنائے۔ یہاں تک کہ انہوں پورے دیوان کو پھر اردو میں منظوم ترجمہ کیا۔ انگریزی میں ابن عبدالحدید منتظری نے ترجمہ کیا ہے۔

من بخال لبت ای دوست گرفتار شدم
چشم بیمارتو دیدم و بیمار شدم
فارغ از خود شدم وکوس ان الحق بزدم
ہمچو منصو رخریدار سرِ دار شدم
غم دلدار فگندست بہ جانم شرری
کہ بجان آمدم وشہرہ بازار شدم
درمیخانہ بگشائیدہ برویم شب و روز
کہ من از مسجد و مدرسہ بیزار شدم
جامہ زہد و ریا کندم وبرتن کردم
خرقہ پیر خراباتی و ہشیار شدم
واعظ شہر کہ از پند خود آزارم داد
از دم رندی آلودہ مدگار شدم
بگذارید کہ از بتکدہ یادی بکنم
منکہ بادست بت میکدہ بیدار شدم

اردو میں اس غزل کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

خال لب کا ای دوست گرفتار ہوں میں
چشم بیمار کو دیکھا ہے بیمار ہوں میں
کوس ان الحق کا بجایا ہے کہ مثل منصور
تنا بے خود ہوں خریدار سر دار ہوں میں
غم دلدار نے بھر دی وہ میرے روح میں آگ
جان سے بیزار ہوں اور شہرہ بازار ہوں میں
واہے میرے لئے میکدے کا در شب و روز
مسجد و مدرسہ دونوں سے بیزار ہوں میں
جامہ زہد و ریا پھینک دیا اور پہنا
خرقہ پیر خرابات اور ہشیار ہوں میں
واعظ شہر کی باتوں نے ستایا ہے مجھ کو
رند و میخانہ کا اب ہمدم و ہمکار ہوں میں
یاد بت خانہ کروں اب کہ بت میکدہ نے
خواب سے مجھ کو جھگایا ہے اور بیدار ہوں میں

انگریزی میں بھی اس نظم کا ترجمہ ملاحظہ ہو :-

01.Oh, my beloved after witnessing your infinite beauty,I became entangled seeing the manifistation of your glory,I became saturated with joy and ecstasy.

02. Let the doors of the tavern be opened and let us go there day and night, because i became disgusted with the mosque as well as from the school.

03. I forgot my own existance and proclaimed the slogen.I am the truth and like the Mansoor Hallaj volunteered my self for hanging.

04.The agony and pain of your love has burn't my entire existance that,I became fedup with my own self and my affairs became the talks of the town .

05.I took off the dress of ascesticism and dissimulation and became awakened after wearing the robe of a taverns haunter.

06.The towns preacher with his teaching made me uncomfortable therefore i sought refuge in some one who was inwardly upright but out wardly level.

07.Let me allow to remember the temples sweet memories when i was awakened from the sweet touch of my beloved hand.

چونکہ اس غزل کو پڑھنے کے بعد میرے ذہن سے تحقیقی فکر اوجھل ہوگئی اور میں نے اس غزل کو کشمیری میں منظوم ترجمہ کرنے کی حقیر کوشش کی ہے۔ ملاخط ہو۔

خال لب وچھے میہ یارو گرفتار بہ ہا گوس
چشمہ بیمار یام وچھے بیمار بہ ہا گوس

ہوشہ ڈلتھ یارء ژھٹوم نالہٗ اناالحق
منصورنہ آیہ بیوایہ کھستھ دار بہ ہا گوس

دلدار غمن چانی گوںڈنم اندری پانس نار
مؤت سر بازار، منز شاہارس خار بہ ہا گوس

آیہ تن روزان میکدہ رات دوہ مے چھوم
مسجد تہ مندرسہ نشہِ اوی بیزار بہ ہا گوس

زہدک تہ ریہک جامہ ژٹتھ تروم یکدم
خرقہٓ پیٖر سند لاگتھ سٹھاہ ہشیار بہ ہا گوس

سخ ترمہ گژان مولوی سند بوزن گفتار
ہمدم رندس میخانکس میخوار بہ ہا گوس

تمہ بتخانوک یاد تھاوِن ساز چھوم ہردم
یمہ سازء نیونم خواب یارن بیدار بہ ہا گوس

کتابیات

	کتاب	صفحہ نمبر
۱۔	امام خمینیؒ اور احیاے فکر دینی	۳۱۷
۲۔	سرچشمہ عرفان (محمد صدیق نیاز مند)	۸
۳۔	جدید فارسی شاعری کا عصری شعور (محمد شفیع خان)	۴۶۷
۴۔	کلیات اقبال	۴۳۴
۵۔	وصیت نامہ سیاسی از امام خمینی	۱۷
۶۔	امام خمینیؒ اور احیاے فکر دینی	۳۱۸
۷۔	سرچشمہ عرفان	۱۰
۸۔	سرچشمہ عرفان	۱۴
۹۔	امام خمینیؒ اور احیاے فکر دینی	۶۳
۱۰۔	دیوان امام	۳۹
۱۱۔	دیوان امام	۳۰۰
۱۲۔	دیوان امام	۵۰
۱۳۔	دیوان امام	۱۵۶
۱۴۔	دیوان امام	۲۹۹
۱۵۔	دیوان امام	۲۲۵۔۱۷۰
۱۶۔	دیوان امام	۱۶۷
۱۷۔	دیوان امام مترجمہ از (ابن علی واعظ)	۱۲۵
۱۸۔	دیوان امام	۱۸۷
۱۹۔	دیوان امام	۲۴۵
۲۰۔	دیوان امام	۳۱۴

۲۱۔ ہستہ۔ کے معنی ہے فریب

۲۲۔ نیرنگ۔ کے معنی حیلہ گری

۲۳۔ دیوان امام ۳۱۰

منابع

	کتاب	مولف
۱۔	سرچشمۂ عرفان	محمد صدیق نیاز مند
۲۔	جدید فارسی نثری ادب	محمد منور مسعودی
۳۔	جدید فارسی شاعری کا عصری شعور	ڈاکٹر محمد شفیع خان
۴۔	کلیات اقبال	اقبال لاہوری
۵۔	دیوان امام	امام خمینیؒ
۶۔	دیوان امام مترجمہ	ابن علی واعظ
۷۔	امام خمینیؒ اور احیائے فکر دینی	مجموعہ مقالات
۸۔	وصیت نامہ سیاسی مترجم	امام خمینیؒ
۹۔	کوثر (خطبات امام خمینیؒ) واقعات انقلاب اسلامی کی تشریح کے ساتھ	
۱۰۔	آداب نماز	امام خمینیؒ
۱۱۔	چکیدہ (جدید ادبیات ایران)	منظر امام
۱۲۔	[illegible]	عبد القادر جیلانیؒ
۱۳۔	[illegible]	ابو علی ہجویری
۱۴۔	گنج عرفان	شمس الدین احمد
۱۵۔	دیوان حافظ	حافظ شیرازی
۱۶۔	خسرو، حافظ اور ایران	حسن عباس فطرت
۱۷۔	شعر العجم جلد دوم	شبلی نعمانیؒ